# جگن ناتھ آزادؔ کی اقبال شناسی۔ایک جائزہ

محمد اویس سلیمی
Muhammad Ovais Saleemi
Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

Jagan Nath Azad was a renowned Urdu poet, writer and academician. He wrote many books on different aspects of Urdu literature. Azad earned fame especially in Iqbal studies. He was an acclaimed authority on the life of Allama Iqbal. His Urdu and English books on Iqbal are recognised as the "definitive references" in urdu world. In this article it is stated that Azad was one of the most respectful and noteable name in Iqbal studies.

جگن ناتھ آزادؔ اردو کے ممتاز شاعر، نقاد اور اچھے ادیب ہیں۔انہوں نے غزل، نظم، رباعی، مرثیہ وغیرہ میں اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کیا ہے۔انہوں نے خاکہ نگاری بھی کی ہے اور سفر نامے بھی لکھے ہیں۔اردو ادب کے ایک بہت اچھے نقاد بھی ہیں مگر انہیں ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا میں جس کام نے شہرت کی بلندیوں تک پہنچا دیا ''اقبال شناسی'' ہے۔وہ اقبالؔ کے ایک سچے عاشق تھے۔انہوں نے اقبال اور فکرِ اقبال کو پوری دنیا میں پھیلا دیا۔عین اس وقت جب ہندوستان میں اقبال کے بارے نفرت اور تعصب کا اظہار ہو رہا تھا اور اقبال کو صرف مسلمانوں کا شاعر کہا جانے لگا تو اس وقت آزادؔ نے بلا خوف وخطر اقبالؔ اور فکرِ اقبال کا دفاع کیا۔آزادؔ نے اپنی تصنیفات اور لیکچرز کے ذریعے اقبالؔ کے آفاقی پیغام کو لوگوں تک پہنچایا۔اردو ادب اور پوری دنیا میں آزادؔ ایک ممتاز اور منفرد ''ماہرِ اقبالیات'' کے طور پر مانے اور پہچانے جاتے ہیں۔انہوں نے اقبالؔ اور اقبالیات کے موضوع پر اردو اور انگریزی میں دس کتابیں لکھیں۔

آزادؔ اردو کے ممتاز اور نامور شاعر تلوک چند محرومؔ کے فرزند ہیں۔ان کی ولادت ۵ دسمبر ۱۹۱۸ء کو عیسیٰ خیل ضلع میانوالی، پنجاب (پاکستان) میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد کی زیر نگرانی گھر میں حاصل کی۔پرائمری تک تعلیم عیسیٰ خیل سے حاصل کی۔اس کے بعد تلوک چند محرومؔ کا

تبادلہ کلورکوٹ کے ہائی سکول میں ہو گیا۔ آزادؔ نے یہاں سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۵ء میں ڈی اے وی کالج راولپنڈی سے ایف اے پاس کیا۔ اس کے بعد گارڈن کالج راولپنڈی سے بی اے کا امتحان دیا۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے آزادؔ نے ۱۹۴۴ء میں ایم اے فارسی کیا اور اسی کے ساتھ انہیں ایم او ایل کی ڈگری بھی حاصل ہوئی۔

آزادؔ نے تقسیمِ ملک کے بعد دہلی میں رہائش اختیار کی اور یہاں مختلف سرکاری محکموں میں خدمات انجام دیں۔ مارچ ۱۹۶۷ء میں پریس انفارمیشن بیورو میں ڈپٹی پرنسپل انفارمیشن آفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۸ء میں اسی عہدے پر خدمات انجام دیتے ہوئے سری نگر آئے جہاں سے ۱۹۷۷ء میں ریٹائر ہوئے۔ اسی سال آپ نے جموں یونیورسٹی میں بطور پروفیسر اور صدر شعبہ اردو کی پیش کش قبول کی۔ اس عرصے میں آزادؔ نے اردو ادب کی ترقی و ترویج کے لیے دن رات کام کیا۔ آپ نے اس یونیورسٹی میں سات برس تک خدمات انجام دیں۔ سبکدوشی کے دوسرے ہی دن اس یونیورسٹی نے آپ کو پروفیسر ایمرٹس ایوارڈ سے نوازا۔ آزادؔ اس دن سے تا حیات جموں یونیورسٹی میں اردو ادب کے لیے کام کرتے رہے۔

تقسیمِ ہند کے بعد ہندوستان میں اقبالؔ کے بارے نرم گوشہ رکھنا اور ان کی شاعری کے بارے اچھے خیالات کا اظہار کرنا قدرے مشکل بلکہ اگر ناممکن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اہلِ ہند تقسیمِ ہند کا ذمہ دار اقبالؔ ہی کو ٹھہراتے تھے، ان کا خیال تھا کہ سب سے پہلے اقبالؔ ہی نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ریاست کا نظریہ دیا تھا جو انہوں نے خطبہ الہ آباد میں پیش کیا تھا۔ ان وجوہات کی بنا پر ہندوستان کے لوگ ان کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ آزادی سے چند سال قبل یا فوراً بعد اقبالؔ کے متعلق لکھنے والوں میں آل احمد سرور، مجنوں گورکھپوری اور علی سردار جعفری اور سید عابد حسین وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ علی سردار جعفری کی کتاب کسی حد تک اقبال شکنی پر مبنی تھی۔ بعض دوسرے لکھنے والوں نے اعتراض کیا کہ اقبالؔ صرف مسلمانوں کے شاعر ہیں اور ان کے کلام میں آفاقیت نہیں ہے۔ محمد منظور عالم اس بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

> ''انہوں نے ناسازگار زمانے میں اقبالؔ کی حمایت کی ہے۔''(۱)

ڈاکٹر خلیق انجم اس صورتِ حال کے بارے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''جگن ناتھ آزادؔ نے اپنے مضامین، تقریروں اور توسیعی لیکچروں کے ذریعے سے اس وقت علامہ اقبال کو ہندوستان میں صحیح مقام دلانے کی کوشش کا آغاز کیا جب ہندوستان میں اقبال کا نام لینا جرم تھا۔''(۲)

آزادؔ کو شروع سے ہی اقبالؔ کی شاعری پسند تھی اور اقبالؔ کے آفاقی پیغام سے متاثر تھے۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹۳۶ء سے ہی اقبالؔ کے بارے لکھنا شروع کر دیا تھا۔ ان کا پہلا مضمون ''اقبالؔ کی

منظر نگاری‘ رسالہ ’’ہمایوں‘‘ مئی میں شائع ہوا تھا۔اس زمانے میں اقبالؔ کے کلام کے چرچے ہر جگہ ہو رہے تھے۔ان کا کلام کتابچوں کی شکل میں شائع ہوتا تھا۔ان کا کلام زبان زدِ خاص و عام ہو گیا تھا۔ آزادؔ کلامِ اقبال کے اتنے شیدائی تھے کہ انہیں تقریباً سارا کلام زبانی یاد تھا اور اسی وجہ سے وہ ’’حافظِ اقبال‘‘ کے نام سے مشہور ہوئے۔بقول محمد منظور عالم:

> ’’آزادؔ کی سب سے بڑی کمزوری اقبالؔ ہیں۔ہر بات میں اقبالؔ کے کلام کا حوالہ دینا ان کی فطرتِ ثانیہ ہے۔‘‘(۳)ص ۳۶،منظور عالم

ابتدائی دور میں آزادؔ نے تین لیکچرز تیار کیے جو انہوں نے جموں کشمیر یونیورسٹی میں دینے تھے لیکن انہیں اس کی اجازت نہ ملی اور بعد میں یہ لیکچر کتابی صورت میں ’’اقبالؔ اور اس کا عہد‘‘ کے نام سے ادارۂ انیس اردو الہ آباد سے شائع ہوئے۔ان تین لیکچرز کے عنوانات درج ذیل تھے۔

۱۔کلامِ اقبالؔ کا ہندوستانی پس منظر۔
۲۔کلامِ اقبالؔ کا صوفیانہ لب ولہجہ۔
۳۔اقبالؔ اور اس کا عہد۔

ان مضامین میں آزادؔ نے اقبالؔ پر لگنے والے الزامات کا دفاع کیا۔ان کی شاعری اور اس کے اندر چھپے انقلابی، ملی اور مذہبی پیغامات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور یہ بات دلائل کے ساتھ بیان کی کہ کلامِ اقبال واقعی آفاقیت کا حامل ہے۔ان کے بعد آزادؔ نے ایک مضمون ’’ہندستان میں اقبالیات ۔۔آزادی کے بعد‘‘ لکھا۔اس مضمون کو بھی انہوں نے اسی پس منظر میں لکھا۔آزادؔ ’اقبال اور اس کا عہد‘‘ کے حرفِ اول میں لکھتے ہیں:

> ’’اسلام کی محبت اقبالؔ کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی تھی۔یہ کیفیت اقبالؔ کے کلام میں اول سے آخر تک نمایاں ہے لیکن یہ اقبال اور کلامِ اقبال سے بے اعتنائی برتنے کی کوئی وجہ نہیں ہے نہ ہی اس بنا پر ہم اقبال کے نظریات کو رد کرنے کا حکم صادر فرما سکتے ہیں۔‘‘(۴)

آزادؔ نے اس الزام کی بھی سختی سے تردید کی کہ اقبالؔ صرف اسلامی شاعر ہے۔انہوں نے کہا کہ اقبالؔ کو مختلف دھڑوں میں تقسیم کرنا غلط ہے۔ان کی شخصیت ہمہ گیر اور ان کا کلام لوگوں کے دلوں کو گرما دینے والا کلام ہے۔انہوں نے مزید اس بات کی طرف توجہ دلائی کی اقبالؔ کی سوچ ہندوستان کے منافی نہیں تھی بلکہ وہ ہندوستان کے ذرے ذرے سے محبت کرتے تھے۔چنانچہ ’’بانگِ درا‘‘ میں ’’ہمالہ سے لے کر ’’جاوید نامہ‘‘ کے فارسی کلام تک یہ اثرات پائے جاتے ہیں۔آزادؔ نے کئی مثالوں سے یہ بات ثابت کی ہے کہ اقبالؔ کے کلام میں حبِ وطنیت کی کمی نہیں ہے۔انہوں نے اقبالؔ کے تمام کلام کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات بتانے کی کوشش کی ہے کہ اقبالؔ کے کلام میں اول سے آخر تک وطنیت موجود

ہے۔ یہ کبھی ختم نہیں ہوئی چاہے زندگی کا آخری لمحہ ہی کیوں نہ ہو۔

اقبالؔ کے کلام میں متصوفانہ لب ولہجہ کے بارے آزادؔ کہتے ہیں کہ دوسرے صوفی شعرا کی طرح اقبالؔ کا نظریہ تصوف بھی ارتقائی منزل سے گزرا ہے۔ انہوں نے بھی کئی صوفی شعرا سے کسبِ فیض حاصل کیا ہے جن میں سب سے زیادہ قابلِ ذکر ہستی مولانا رومؒ کی ہے جن کا اقبالؔ نے اپنے کلام میں کئی مقامات پر ذکرِ خیر کیا ہے۔ اقبالؔ انہیں پیرِ رومیؒ کہہ کر بات کرتے ہیں۔ آزادؔ ان تمام خطوط کو جو مختلف لوگوں نے اس سلسلے میں انہیں لکھے تھے اور اقبالؔ کے خطوط جو جواب میں لکھے گئے، پیشِ نظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''خطوط کے ان اقتباسات سے یہ بات ظاہر ہے کہ اقبالؔ تصوف کے خلاف نہیں تھے بلکہ اس تصوف کے خلاف تھے جسے انہوں نے غیر اسلامی تصوف سے تعبیر کیا ہے۔''(۵)

آزادؔ نے اقبالؔ کے اشعار کے ذریعے ان کے فکر وفن کا بہت جامع جائزہ لیا ہے۔ ان کی شاعری کے محاسن گنوائے ہیں۔ اقبالؔ نے جہاں موضوع ومعانی کی طرف توجہ کی وہیں شعر کے حسن کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ اقبالؔ کے اس کمالِ فن کے بارے آزادؔ اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''اس میں کوئی شک نہیں کہ اقبالؔ موضوع ومعانی کو حسن پر ترجیح دیتے ہیں لیکن ایسا شعر تو کلامِ اقبال میں ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا جو حسن کے جلووں سے جگمگا نہ رہا ہو۔''(۶)

اقبالیات کے سلسلے میں آزادؔ کی ایک کتاب ''ہندوستان میں اقبالیات آزادی کے بعد اور دوسرے توسیعی لیکچر'' بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان میں اقبالؔ کو ان کا صحیح مقام اور منصب دلانے میں آزادؔ کا نام سرِفہرست ہے۔ انہوں نے اقبالؔ کے بارے غلط فہمیوں کو دور کیا اور پوری دنیا کو اقبالؔ اور فکرِ اقبالؔ سے روشناس کیا۔ تقسیمِ ہند کے بعد جو حالات رونما ہوئے، اقبالؔ کے متعلق حالات کس طرح کے تھے، اقبالیات پر جو لکھا اور پڑھا جارہا تھا اور کس طرح آزادؔ نے اقبالؔ پر لگنے والے الزامات کا بھرپور دفاع کیا اور اپنے مفکرانہ انداز سے ان کا جواب بھی دیا۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل چار مقالات ہیں۔

۱۔ ہندوستان میں اقبالیات آزادی کے بعد۔
۲۔ اقبالؔ مغربی مصنفین کی نظر میں۔
۳۔ انسان، اقبالؔ کی نظر میں۔
۴۔ اقبالؔ اور جوشؔ۔

ان مقالات میں آزادؔ نے تقسیمِ ہند کے بعد ہندوستان میں اقبالؔ اور ان کے کلام کے بارے لوگوں کے خیالات اور الزامات کا جائزہ لیا ہے۔ آزادؔ کے مطابق آزادی کے بعد اقبالؔ پر سب سے اہم اور پہلی کتاب مجنوں گورکھپوری نے لکھی تھی۔ آل احمد سرور بھی اقبالؔ پر کافی مضامین لکھ چکے تھے۔ علی سردار جعفری نے بھی اقبالؔ پر ایک کتاب لکھی جس میں ان پر فاشسٹ ہونے کا الزام لگایا۔ اس دور میں متعدد کتابیں Anti Iqbal رجحان لیے ہوئے تھیں۔ اس صورتِ حال میں آزادؔ نے بڑی محنت اور دلائل کے ساتھ اقبالؔ پر لگنے والے الزامات کا جواب دیا اور پوری دنیا میں اقبالؔ کے آفاقی پیغام کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا اور ''ماہرِ اقبال'' کے نام سے شہرت حاصل کی۔ اقبالؔ پر لکھنے والوں میں آزادؔ کا نام سب سے نمایاں ہے۔ اقبالؔ کی تاریخ پیدائش کے بارے آزادؔ کی تحقیق کو درست قرار دیا گیا۔ صد سالہ جشن کے موقع پر آزادؔ نے ''اقبال نمائش'' کا اہتمام کیا۔ یہ نمائش ۷ ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو سری نگر میں منعقد ہوئی۔ اس نمائش کے انعقاد پر جہاں انہیں مبارک باد کے خطوط موصول ہوئے وہاں انہیں غدار کا خطاب بھی دیا۔ اس صورتِ حال کے بارے آزادؔ لکھتے ہیں:

> ''ان خطوط کے جواب میں جہاں مرتب کو ملک کے بعض علمی و ادبی حلقوں سے خاصا تعاون ملا وہاں اسے بعض عتاب نامے بھی موصول ہوئے جن میں اس قسم کی عبارت درج تھی کہ آپ ہندوستان کے ایک دشمن کی یاد میں نمائش کا انتظام کر رہے ہیں۔''(۷)

اقبالؔ اور مغربی مصنفین کے بارے آزادؔ لکھتے ہیں کہ اقبالؔ نے مغربی علوم وفنون اور مغربی تہذیب کے بارے بہت کچھ لکھا ہے۔ بعض مغربی مصنفین نے اقبالؔ کی شاعری اور نثر دونوں کا گہرا مطالعہ کیا اور ان کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ ان مصنفین میں آر۔ اے نکلسن نے ''اسرارِ خودی'' کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور اس سے اقبالؔ کو کافی شہرت ملی۔ آزادؔ نے ان تمام مصنفین کے نام گنوائے ہیں جو کسی نہ کسی طرح اقبالؔ اور فکرِ اقبال سے متاثر ہوئے اور ان کے بارے لکھا۔ اقبالؔ انسان کی عظمت کے قائل ہیں۔ وہ انسان کو اللہ کا خلیفہ کہتے ہیں۔ آدم کے جنت سے زمین کے سفر کو انسان کا زوال نہیں بلکہ عروج قرار دیتے ہیں۔ انسان خدا کا بندہ بھی ہے اور خدا سے قریب بھی ہے۔ اقبالؔ مادے کے ارتقا کے بھی قائل ہیں۔

''اقبال اور مغربی مفکرین'' آزادؔ کے مقالات کا مجموعہ ہے۔ اگرچہ یہ مقالات مختلف اوقات اور مقامات پر لکھے گئے لیکن ان کا موضوع اقبالؔ اور مغربی فلسفے کا باہمی تعلق ہے۔ ان مقالات کے ذریعے آزادؔ نے فکرِ اقبال پر مغربی فکر کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ آزادؔ کی اس تصنیف کے بارے ڈاکٹر منظر اعظمی اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''اس میں مصنف نے مغرب کے تقریباً تمام ہی قابلِ ذکر فلاسفروں اور اہلِ

علم شعروں کے مختلف نظریات کا نہایت ہی خوبصورتی سے ذکر کیا ہے اور اقبالؔ نے اس سے کہاں تک استفادہ کیا اور کہاں رد کر دیا۔ ان سب مسائل کا احاطہ ہو گیا ہے اور اس طرح سے ہوا ہے کہ خود اقبالؔ کے تصورات واضع ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔''(۸)

اس کتاب میں گیارہ مضامین شامل ہیں۔آخر میں ''حرفِ آخر'' کے نام سے آزادؔ نے تمام بحث کا نچوڑ بیان کیا ہے۔ ہر مقالے میں آزادؔ نے مغربی مفکرین کے نظریات سے اقبالؔ کے افکار کا موازنہ کیا ہے، جو بہت ہی مشکل کام ہے۔سب سے پہلے انہوں نے یونان کے فلسفیوں کا تذکرہ کیا ہے کہ اقبالؔ نے اپنے خطبات میں سقراط کا ذکر کیا ہے۔افلاطون سقراط کا شاگرد تھا اور اقبالؔ افلاطون کی عظمت کے قائل ہیں اور اس کے اکثر فلسفیانہ افکار کو بھی مانتے ہیں۔آزادؔ اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے اقبالؔ کے چند اشعار درج کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

''جہاں تک افلاطون کے باقی نظریات کا تعلق ہے اقبالؔ نے ان پر کوئی تنقید نہیں کی بلکہ اکثر نظریات کی تائید بھی کی ہے۔''(۹)

ان کے علاوہ آزادؔ دوسرے مغربی مفکرین لاک، کانٹ، بیکن، نطشے، برکلے، شوپن ہائر، کارل ماکس، برگساں، دانتے، گوئٹے وغیرہ کے نظریات کا بھی اقبالؔ کے افکار کے ساتھ تفصیلاً موازنہ کرتے ہیں اور اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں کہ اقبالؔ نے کن نظریات کی تردید کی ہے اور کن نظریات کی تائید کی ہے یا ان سے متاثر ہوئے ہیں۔آزادؔ کی اس تحقیقی کاوش کے بارے محمد منظور عالم اپنے خیالات یوں بیان فرماتے ہیں:

''آزادؔ نے ان مقالوں میں بالترتیب ان تمام مفکرین کا جائزہ لیا ہے جن سے اقبالؔ متاثر ہوئے یا کسی حد تک متفق تھے۔عموماً اقبالؔ کے افکار نے ٹکراؤ کا رخ اختیار کیا ہے اور انہوں نے مغرب سے ہٹ کر اپنا ایک الگ راستہ منتخب کیا ہے۔''(۱۰)

آزادؔ کی تصنیف ''اقبال اور مغربی مفکرین'' اردو ادب کا ایک شاہکار کارنامہ ہے اور اقبال شناسوں کے لیے ایک نایاب دستاویز ہے۔انہوں نے بہت محنت اور جانفشانی سے اس کو لکھا اور اردو ادب کی تاریخ میں اقبالؔ کی عظمت کو بلند کرنے میں اہم کردار ادا کیا جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔اردو کے ممتاز محقق ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اس عظیم کارنامے کے بارے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''اقبال اور مغربی مفکرین' اپنے موضوع پر ایک عالمانہ مطالعہ ہے۔ یہ کتاب اقبالیاتی ادب میں ایک وقیع مقام رکھتی ہے آزادؔ کی اس کتاب سے اقبالیات

کے طالبِ علم برسوں تک استفادہ کرتے رہیں گے۔''(۱۱)

''اقبالؔ اور کشمیر'' آزادؔ کی اقبالؔ شناسی کا ایک انوکھا کارنامہ ہے۔انہوں نے اس کتاب کے ذریعے چند تاریک گوشے روشن کیے ہیں۔انہوں نے ایسی شخصیات کا تعارف پیش کیا ہے جو اقبالؔ کے اولین جوہر شناس تھے اور ان رسائل و جرائد کے بارے معلومات فراہم کی ہیں جن میں اقبالؔ کا کلام شائع ہوتا تھا۔ایسے میگزین جن میں اقبالؔ کے افکار و نظریات پر بحث و مباحثے شائع ہوتے تھے ان سب سے روشناس کرایا۔اس کے علاوہ یہ بھی بتایا کہ اقبالؔ نے کتنی مرتبہ کشمیر کا سفر کیا؟ کشمیریوں سے ان کے تعلقات، خود ان کا کشمیر سے لگاؤ، کشمیر کی تحریکیں، اقبالؔ کی ان تحریکوں سے دل چسپی اور وابستگی اور مشاہیرِ کشمیر سے تعلقات وغیرہ ایسے موضوع ہیں جن پر آزادؔ نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔اقبالؔ کی کشمیری سیاست سے وابستگی اور دل چسپی کے بارے آزادؔ اپنے خیالات کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

> ''اقبالؔ نے کشمیر میں ایک جمہوری نظام لانے کے لیے خود قید و بند کو دعوت دی ہو یا نہ دی ہو لیکن جہاں تک اس تحریک کی کامیابی کے لیے جہاد بالقلم کا تعلق ہے، تحریک آزادی کشمیر کے تعلق سے اقبال کی خدمات کشمیر کے آسمانِ سیاست پر چاند تاروں کی طرح چمکتی رہیں گی۔''(۱۲)

''اقبال مائینڈ اینڈ آرٹ'' اور ''اقبالؔ، ہز پوئیٹری اینڈ فلاسفی'' آزادؔ کے انگریزی مضامین کے مجموعے ہیں۔ان میں شامل خطبات آزادؔ نے ہندوستان اور پاکستان سے باہر مختلف یونیورسٹیوں میں دیے تھے۔ان مقالات میں آزادؔ نے اقبالؔ کی تاریخ پیدائش کے اختلاف، شاعری کے پس منظر، فلسفہ، مذہب، سیاست اور ان کے مختلف خطوط پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

''نذرِ اقبال'' آزادؔ کا ایک شعری مجموعہ ہے جس میں انہوں نے اقبالؔ کو ہدیۂ عقیدت پیش کیا ہے۔اس کا دیباچہ سر عبدالقادر نے لکھا تھا۔یہ دیباچہ حمیدہ سلطان احمد کی مرتب کردہ کتاب ''جگن ناتھ آزادؔ اور اس کی شاعری'' میں موجود ہے۔دیباچے میں سر عبدالقادر مجموعہ کلام کے بارے لکھتے ہیں:

> ''اب جناب آزادؔ چند نظمیں لکھ کر شائع کر رہے ہیں جن کا موضوع خود اقبال اور کلامِ اقبال ہے۔یہ گویا عقیدت کے چند پھول ہیں جو انہوں نے اقبالؔ پر نچھاور کیے ہیں۔اس لحاظ سے اس مجموعہ کو اقبالؔ کی نذر کیا گیا ہے۔''(۱۳)

''فکرِ اقبال کے بعض اہم پہلو'' آزادؔ کی مرتب کردہ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۸۲ء میں سری نگر، کشمیر سے شائع ہوئی۔اس کتاب میں ۲۴ مقالات شامل ہیں۔ان میں سے تین مقالے ''اقبالؔ کی خودی'' پر ہیں۔دو ''مسجدِ قرطبہ'' پر اور باقی تمام مقالات اقبالؔ کے مختلف نظریات اور افکار کے مختلف پہلوؤں سے متعلق ہیں۔

اقبالیات کے سلسلے میں آزادؔ کی چند کتابیں سوانح نگاری کے زمرے میں آتی ہیں۔جس میں

انہوں نے اقبالؔ کی تاریخ پیدائش کے بارے مختلف آرا کا جائزہ لیا اور اپنی تحقیق سے درست تاریخ پیدائش کا تعین کیا۔اقبالؔ کی ذاتی زندگی کے بارے جو کتب آزادؔ نے لکھی ہیں درج ذیل ہیں:

۱۔اقبال کی کہانی۔
۲۔اقبال، زندگی، شخصیت اور شاعری۔
۳۔اقبال ایک ادبی سوانح حیات۔
۴۔رودادِ اقبال۔

آزادؔ کو اقبالؔ سے نہ صرف محبت ہے بلکہ اگر عشق کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ایسا عشق جس میں ہمیشہ عقیدت و احترام کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔''اقبال کی کہانی'' نو سے چودہ سال تک کے طلبہ و طالبات کے لیے اور ''اقبال زندگی، شخصیت اور شاعری'' چودہ سے اٹھارہ سال تک کے طلبہ و طالبات کے لیے لکھی گئیں۔آزادؔ نے دونوں کتابیں بچوں کی عمر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آسان اردو میں لکھیں۔''اقبال ایک ادبی سوانح حیات'' بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔اس کتاب کے بارے آزادؔ کہتے ہیں:

> ''مذکورہ کتابیں لکھنے کے بعد مجھے خیال آیا کہ اقبالؔ کی ایک مختصر سی سوانح حیات مجھے اس قاری کے لیے بھی لکھنی چاہیے جو اٹھارہ سال کی عمر سے آگے نکل چکا ہے یعنی ایک عام قاری کے لیے چنانچہ زیرِ نظر کتاب میں نے اپنی اس خواہش کے پیشِ نظر لکھی ہے۔''(۱۴)

آزادؔ نے ان کتابوں میں اقبالؔ کی پیدائش، عادات و اطوار، تعلیم و تربیت اور شاعری کا جائزہ لیا ہے۔انہوں نے آسان زبان میں اقبالؔ کی زندگی کے ہر گوشے کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کی شاعری کو اس انداز میں بیان کیا ہے کہ ایک عام قاری بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے اور یہی آزادؔ کا اصل مقصد تھا کہ اقبالؔ کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دیا جائے تاکہ ساری دنیا فکرِ اقبال سے فیض یاب ہو سکے۔''رودادِ اقبال'' بھی آزادؔ کا ایک وقیع اور شاہکار کارنامہ ہے۔اس میں انہوں نے اقبالؔ کی سوانح حیات کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ایسے متروک اور نایاب اشعار منظرِ عام پر لائے ہیں جن سے اقبالؔ کی زندگی کے کئی گوشے روشن ہوئے ہیں۔یہ کتاب ایک سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے۔اقبال شناسوں کے لیے یہ کتاب ایک بیش بہا خزانہ ہی نہیں ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔آزادؔ کی اقبالؔ شناسی کے بارے ڈاکٹر منظر حسین یوں رقمطراز ہیں:

> ''جگن ناتھ آزادؔ نے اقبال شناسی کے فروغ کو اپنی زندگی کا مشن سمجھا اور اس بلند پایہ شاعر اور فلسفی کو نہ صرف اپنی شاعری کے توسط سے خراجِ عقیدت پیش کیا بلکہ اپنی دل کش نثر کے ذریعے اقبال کی شخصیت، شاعری، فلسفہ اور پیغام کو عوام تک پہنچایا ہے۔''(۱۵)

اقبالیات پر آزادؔ کے مقالات اور مضامین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے بیشتر مختلف کتابوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ''اقبال اور انسان'' سے متعلق ان کے مقالے اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں ہیں۔ اقبال کی فارسی شاعری پر بھی آزادؔ نے اپنے خیالات کا اظہار اپنے ایک مقالے میں کیا ہے۔ آزادؔ کی اقبال شناسی کے بارے اردو کے مشہور محقق مالک رام اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''انہوں نے مختلف پہلوؤں سے اقبال کی سوانح عمری لکھی۔ مضامین اور کتابیں شائع کیں۔ اقبال کی زندگی اور کلام کے غیر واضح گوشوں کو روشن کرنے کے لیے اندرون و بیرون ملک کی مختلف یونیورسٹیوں اور اداروں میں اقبال پر لیکچر دیے۔ غرض کہ اقبال کے پیغام اور فکر وفن پر تقریروں اور مقالوں کے ذریعے مشرق کے اس مایہ ناز مفکر کو متعارف کرانے اور مقبول بنانے میں انہوں نے جو جہاد کیا ہے اس کا ذکر تحصیل حاصل سے زیادہ نہیں۔ بلا مبالغہ آج ملک بھر میں اقبالیات کے موضوع پر ان کا کوئی حریف نہیں ہے۔'' (۱۶)

ہندستان میں آزادؔ کی اقبال شناسی اور ان کے ماہرِ اقبالیات ہونے کے بارے یوسف ناظم اپنے رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

> ''پاکستان میں اگر اقبال کے وارث جاوید اقبال ہیں تو ہندوستان میں جگن ناتھ آزادؔ'' (۱۷)

آزادؔ نے جس مہارت سے اقبال اور اقبالیات کے ایک ایک گوشے کا جائزہ لیا ہے اس کی مثال اردو ادب میں نہیں ملتی۔ اقبال کی شاعری، افکار اور فلسفیانہ خیالات کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے آزادؔ کی تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے۔ انہوں نے اقبال اور اقبالیات کے ان پہلوؤں کو بھی واضح کیا جو اب تک لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔ آزادؔ ایک سچے عاشقِ اقبال تھے۔ انہوں نے اقبال اور فکرِ اقبال کو پوری دنیا میں پھیلانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ وہ اپنی ہر بات میں اقبال کا حوالہ دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مضامین اور لیکچرز کے ذریعے ہندوستان میں اقبال پر لگنے والے الزامات کا بھرپور دفاع کیا۔ ایک غیر مسلم ہونے کے باوجود آزادؔ نے جس انداز میں اقبال اور اقبالیات سے محبت نبھائی، ان کا نام اردو ادب کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جانا چاہیے۔ اقبال شناسی میں ان کا نام ہمیشہ سرِ فہرست رہے گا اور وہ ایک ''ماہرِ اقبال'' کے طور پر اردو ادب میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

## حوالہ جات


۱۔ محمد منظور عالم، جگن ناتھ آزادؔ فکر وفن، نئی دہلی: محروم میموریل لٹریری سوسائٹی، ۱۹۹۹ئ، ص: ۱۷۶

۲۔ شاداب، ماہنامہ، حیدر آباد، مارچ ۱۹۸۹ئ، ص: ۲۵

۳۔ محمد منظور عالم، جگن ناتھ آزاد فکر و فن، ص: ۳۶

۴۔ جگن ناتھ آزادؔ، اقبال اور اس کا عہد، لاہور: الادب، ۱۹۷۷ئ، ص: ۱۱

۵۔ ایضاً، ص: ۶۷

۶۔ ایضاً، ص: ۹۶

۷۔ جگن ناتھ آزادؔ، ہندوستان میں اقبالیات آزادی کے بعد اور دوسرے توسیعی لیکچر، لاہور: مکتبہ علم و دانش، ۱۹۹۱ئ، ص: ۳۷

۸۔ منظر اعظمی، ڈاکٹر، سخن دلنواز کا شاعر جگن ناتھ آزادؔ، مشمولہ: ارمغانِ آزاد، مرتبہ: ڈاکٹر ظہور الدین، نئی دہلی: محروم میموریل لٹریری سوسائٹی، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۳۰

۹۔ جگن ناتھ آزادؔ، اقبال اور مغربی مفکرین، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۷۵ئ، ص: ۲۵

۱۰۔ محمد منظور عالم، جگن ناتھ آزاد فکر و فن، ص: ۱۴۳

۱۱۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، آزادؔ کی ایک تصنیف اقبال اور مغربی مفکرین، مشمولہ: لمحے لمحے، سہ ماہی، بدایوں، س ن، ص: ۳۷۶

۱۲۔ جگن ناتھ آزادؔ، اقبال اور کشمیر، سرینگر: علی محمد اینڈ سنز بک سیلرز اینڈ پبلشرز، ۱۹۷۷ئ، ص: ۱۳۹

۱۳۔ عبدالقادر، سر، نذرِ اقبال، مشمولہ: جگن ناتھ آزادؔ اور اس کی شاعری، حمیدہ سلطان احمد، نئی دہلی: مونومینٹل پبلشرز، ۱۹۹۱ئ، ص: ۱۹۲

۱۴۔ جگن ناتھ آزادؔ، محمد اقبال ایک ادبی سوانح حیات، ، نئی دہلی: ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۵ئ، ص: ۱۳

۱۵۔ منظر حسین، ڈاکٹر، جگن ناتھ آزادؔ ایک کثیر الجہت فن کار، جموں و کشمیر: ایورگرین کمپوزرز اینڈ پبلشرز، ۲۰۰۳ئ، ص: ۹۲

۱۶۔ مالک رام، آزادؔ مشاہیر کی نظر میں، مشمولہ: کتاب نما، خصوصی شمارہ، اپریل ۱۹۹۴ئ، ص: ۹۱-۹۰

۱۷۔ عاصمہ عزیز، جگن ناتھ آزادؔ بطور نثر نگار، جموں اینڈ کشمیر: کریسنٹ ہاؤس پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ئ، ص: ۱۲۰


☆......☆......☆